مخطوطات کے اختتامیے اور ان کے کاتب

از : جناب ڈاکٹر شعیب اعظمی لکچرر فارسی جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی

ہندوستان میں ہاتھ سے لکھی گئی کتابوں کا وہی مرتبہ ہے جو اسلامی عہد کے دیگر فنون کا تھا۔ اگر اس کوشش کا سہرا ایک طرف سرپرست بادشاہوں، شہزادوں، اُمرا اور اہلِ علم کے سر رہا ہے تو دوسری طرف اس فن کو معراج پر پہنچانے کا کام اُن خطاطوں، کاتبوں اور اہلِ شوق کا ہے جنھوں نے بڑے بڑے صحیح دواوین ملفوظات، تاریخ، سوانح، فقہ و حدیث اور تفسیر و ادب کے گرانقدر سرمایہ کو اپنے جادو نگار قلم سے نہ صرف صفحۂ قرطاس پر محفوظ کر دیا۔ بلکہ خوش خطی کے مختلف طرزوں میں مطلا، مذہب اور رنگا رنگ حاشیوں اور تصویروں سے مزین بھی کیا۔

ہمارے ملک میں اگرچہ فن قدیم تھا مگر مسلمانوں کے ورود کے ساتھ ایک نئی شکل میں آیا عربی اور فارسی زبان کے جو دستی نسخے ان کے ساتھ آئے اُن کی نقل یہاں کے خطاطوں نے کی۔ اپنے موئے قلم سے دیگر فنی اضافے کئے۔ ایران و عرب اور وسط ایشیا کے خطاطوں کے مانند کتاب کے آغاز و اختتام کا انداز بھی اسی طرح کیا اور کتاب کے آخر میں اپنے مربی، محسن بزرگ، مرشد، بادشاہ یا امیر کے حسب و نسب کے مدحیہ ذکر کے بعد خود اپنا نام، لکھنے کی جگہ، ابتدا و انتہا کی تاریخ شہر اور پھر یہ کہ وہ نسخہ کن کن نسخوں کی مطابقت کے بعد لکھا گیا۔ کہاں سے حاصل کیا گیا۔ یہ تمام معلومات کچھ نثر میں اور اکثر و بیشتر نظم میں بہم پہنچائی ہیں۔

ان معلومات کے علاوہ بیشتر کاتبوں نے آخری جملوں میں اپنے لئے والدین کے لئے دعائیہ کلمات اور اشعار بھی لکھے ہیں۔ یہ اشعار اور قطعات بہت دلچسپ ہیں۔ بعض اوقات اپنے، بسا اوقات دوسروں کے، بیشتر روایتی اور مروّجہ شعر یا قلمی نسخوں کے ان کاتبوں نے کتاب کے قارئین سے معذرت کی ہے مغفرت کی درخواست کی ہے اور اپنی مساعی جمیلہ کے باوجود انسان کی بے بضاعتی اور خطاکاری کا واسطہ دیا ہے۔

یہ تمام مطالب جو کتاب کے مولف یا مصنف یا کاتب کے قلم سے ادا ہوتے رہے ہیں انھیں انگریزی کی علمی اصطلاح میں CALOPHAN کہا جاتا ہے اور ہمارے ادب میں اسے تتمہ کتاب یا خاتمۃ الکتاب کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

گذشتہ آٹھ نو سو سال میں ہزاروں کیا لاکھوں کی تعداد میں قلمی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ اور نسخے نقل ہوئے ہیں اور ان تمام کی کتنی نقلیں ہوئی ہوں گی۔ اس کی تیاری میں کتنے ماہر خطاطوں نے حصہ لیا ہوگا۔ اس کا اندازہ لگانا بہت مشکل ہے۔ آج اس گئے گذرے دور میں بھی ہندوستان کے کتب خانوں، عجائب گھروں، قومی لائبریریوں اور بیرون ملک کی لائبریریوں میں جتنا ذخیرہ موجود ہے اس پر ایک نظر ڈالنا آسان نہیں ہے۔ اگر ان تمام کتابوں کے ناقلوں اور کاتبوں کی ایک انسائیکلوپیڈیا تیار کی جائے تو کئی جلدیں تیار ہوں گی اور کلاسیکی ادب میں ایک بیش قیمت اضافہ ہوگا۔

یہ کتابیں زیادہ تر فارسی اور عربی میں ہیں اور آخر میں اردو کے کچھ قدیم خطی نسخوں کو بھی شامل کیا جا سکتا ہے۔ آج ان نسخوں کو آسانی سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ کچھ لوگ انھیں دکھانے سے گریز کرتے ہیں۔ اگرچہ اونے پونے فروخت بھی کر دیتے ہیں لائبریریوں میں اور میوزیموں میں موجود کر دیکھنے میں فنی رکاوٹوں کے علاوہ انتظامی دشواریاں حائل ہو جاتی ہیں۔ اور کسی پرانے نسخے کی تو صورت دیکھنا مشکل ہو جاتا ہے۔ بیشتر نسخے کس مپرسی کے عالم میں ہیں اور انکے اول اور آخر کا پتہ نہیں چل پاتا۔ کاتب کا نام تاریخ

غائب اور کس عہد کا ہے پتہ نہیں چلتا پھر بھی اس حالت میں اِکا دُکا ایسے نسخے مل جاتے ہیں جو عہد بعہد لکھی جانے والی کتابوں کے انداز مصنفوں اور کاتبوں کے نام اور ان کے دعائیہ کلمات کی نشاندہی کرتے ہیں۔ زیر نظر مضمون میں انھیں منتشر نسخوں میں کچھ کے نمونوں کا ذکر ہے تاکہ ہم کو ان لوگوں کے دور، طرز تحریر اور رواجی اختتامیوں کا اندازہ ہو سکے۔

۱۰ویں ہجری

۱۔ کلیات و جزئیات | ضیاء الدین بخشی متوفی ۷۵۰ کی تصنیف ہے عبدالحق محدث دہلوی نے اخبار الاخیار میں اس کا ذکر کیا ہے۔ خط کوفی میں یہ کتاب ۹۱۹ ہجری میں لکھی گئی ہے۔ کاتب کا نام غائب اور صرف تاریخ کتابت کا پتہ چل سکا ہے۔ کیوں کہ اختتامیہ کے آخری تین مصرعے بالکل غائب ہیں۔ اختتامیہ یوں ہے:-

ہم بعون بی نیاز از ہر صفات — شد مرتب جزییات کلیات
ناصح العلما و عالم را امام — ناصر الفقرا نصیر الدین نظام
مالک این نسخہ شیرین ہمو نسب — آنکہ نقش تدز جان وارند دوست
بود ہجری نہصدم و نوز دہ — نوزدہ بود از محرم این بہرہ
درد و شبہ یاد کرز وقت ضحا — کاتب این از نبشتن شد گذا
بر حریر بادہ ظاہر گشت مشک — ______
ای بسان ______ — ______

تاریخ کتابت کے ساتھ صرف اس کتاب کے اصل نسخہ کے مالک نصیر الدین نظام کا پتا ہے جو عوام میں بہت مقبول تھے۔

۱۱ویں ہجری

۲۔ مرصاد العباد | نجم الدین کبری کی تصنیف ہے اور عہد اسلامی میں علماء و مشائخ کے حلقوں

اور دینی مدارس کے نصاب میں داخل رہی ہے۔ ۱۳۸۱ میں تہران سے بھی شائع ہوچکی ہے موجودہ نسخہ ۱۰۲۰ ہجری کا لکھا ہوا ہے اور خط نستعلیق ہے کاتب کا نام غائب ہے اور خاتمہ کتاب پر صرف اتنا درج ہے :۔

ہر کس کہ ازین بہرہ قرأۃ یابد دعائی معفرت کند مر کاتب را یاد

۳۔ ملفوظات قادریہ گجرات یہ نسخہ بھی تاریخ کتابت ظاہر کرتا ہے کاتب نامعلوم خط نستعلیق ہے کتاب پر ۱۳۳۱ ہجری کی مہر لگی ہے اور کتاب کے مالک کا نام تقوی حسینی پیرزادہ سید بشیر الدین احمد کا نام ہے خاتمہ اس قطعہ پر ہے :۔

یافتہ اتمام این نسخہ بعون ذوالجلال سال پنجاہم بر الف از ہجرت خیرالانام
باد صلواۃ وسلام بیکران بر روح پاک احمد مرسل شفیع ماست در یوم القیام

۴۔ اسکندر نامہ نظامی ملک کے بیشتر کتب خانوں میں اس کے قلمی اور مطبوعہ دونوں نسخے بکثرت موجود ہیں۔ زیر نظر نسخہ ۱۰۶۲ ہجری کا خط نستعلیق میں ہے اس کے کاتب عزیز خان شاہ شجاع کے دور کے ہیں۔ آخری عبارت یوں ہے :۔

"ہر کہ دعوٰی کند ناسموع و باطل گردد و ہر کہ خواند بقلم صحیح عفو فرماید"

۵۔ شرح نفحات الانس جامی مولانا نور الدین کی اس مشہور تصنیف کے بھی متعدد نسخے بکثرت پائے جاتے ہیں۔ زیر مطالعہ نسخہ نہایت خستہ اور شکستہ ہے اور قدیم معلوم ہوتا ہے۔ خط نستعلیق اور جلی ہے۔ ابتدا میں پہلے عربی نثر میں ہے۔ اور اس کے بعد شعر ہے۔ عربی کی عبارت اس طرح ہے جس سے کاتب کا نام، لکھنے کی جگہ اور سن کا پتہ چل جاتا ہے
ھذہ النسخۃ الشریفۃ فی الیوم الخمیس سادس شھر رجب المرجب (۱۱۳۷ھ) الف ومائۃ وثلثین وسبع من الھجرۃ فی البقعۃ المبارکۃ المیمونۃ المسمی بالاعلی حرسہ اللہ بالآفات الرذیلۃ واللہ اعلم بالصواب۔

غرض نقش است کز ما باز ماند که ہستی را نمی بینیم بقائی

مگر صاحبدلی روزی برحمت کند در حق این مسکین دعائی
یلوح الخط فی القرطاس دهرا وکاتبه رمیم فی التراب

فارسی کا یہ قطعہ ایران میں نویں ہجری میں انیس العشاق نامی کتاب میں دیکھا گیا ہے۔ تہران یونیورسٹی کی لائبریری میں یہ نسخہ موجود ہے۔ اور اس کے کاتب نعمت اللہ درویش ہیں۔

عربی کا شعر ایران میں ساتویں ہجری، آٹھویں، نویں اور دسویں ہجری کے متعدد نسخوں میں ہے اور سب سے پہلے ایران میں محمد بن محمد بن رجا کوفی نے "الماس" کے خطی نسخہ میں استعمال کیا۔

۶۔ شرح نفحات الانس۔ مولانا جامی کی اس شرح کے شارح احنف ہمدانی ہیں۔ یہاں کے قلمی نسخہ کی کتابت ۱۲۰۸ھ ہجری ہے۔ اور اختتامیہ پہلے نثر میں اور پھر شعر پر اس طرح ہوتا ہے:۔

حسب الامر پیر مرشد برحق دستگیر شاہ علی اکبر صاحب بیشک کتاب حاشیہ نفحات الانس را فقیر سید علی ولد حید علی باستعمال تمام بتاریخ نوزدہم شہر شوال المعظم سن ۱۲ ہجری باتمام رسانید توقع از قاریان آنست کہ این کاتب را بدعا یاد فرمایند۔

هر کہ خواند دعا طمع دارم زانکہ من بندۂ گنہ گارم

فارسی کے اس شعر کا سب سے پہلا استعمال ایران میں گیارہویں ہجری میں گدا علی مازندرانی نے مجموعہ در انتہائی رسالہ جراحی میں کیا ہے۔

۷۔ فتاوٰی برہنہ۔ شمس الائمہ سرخسی کی تصنیف ہے۔ خط نستعلیق میں بڑی تقطیع پر ہے کاتب کا نام غائب ہے اور نثری عبارت کے بعد تقریباً اس عہد کے تمام دستیاب کتابوں کے مروجہ اختتامی اشعار نقل کر دیئے ہیں:۔

بتاریخ بست و پنجم شہر محرم الحرام روز دوشنبہ ۱۱۲۳ جلوس شاہ بہادر مطابق ۱۱۲۳

کاتب اضعف العباد و کمترین مخلوقات،

نوشتہ بماند سیہ بر سفید   نویسندہ را نیست فردا امید

ایران میں تیرہویں ہجری کی ابتدا میں یہ شعر اسکندر نامۂ نظامی میں استعمال ہوا ہے۔

خط نوشتم صرف کردم روزگار   من نمانم این بماند یادگار

یہ شعر دسویں ہجری میں ایران میں شرایع مورخ اور ۱۱ ویں ہجری کے ایک ایرانی نسخہ الروضتہ البہیتہ میں لکھا گیا ہے۔

ہر کہ مارا کند بہ نیکی یاد   نام او در جہان بہ نیکی باد

ایران میں گیارہویں ہجری میں معارج النبوۃ میں لکھا گیا ہے۔

قاریا بر من مکن چندین عتاب   گر خطائی رفتہ باشد در کتاب

آن خطائی رفتہ تصحیح کن   از کرم واللہ اعلم بالصواب

دسویں ہجری میں مصباح کفعمی کے فارسی ترجمہ میں حسین بن فاضل حسینی نے اور پھر تیرہویں ہجری میں "مرسلات صابی میں یہ قطعہ موجود ہے۔ دیگر متفرق اشعار اس طرح ہیں:

خط خوب از من مسکین بہ طمع بہماری   کہ دل از گردش دوران پریشان دارم

ہر کہ خواند دعا طمع دارم   زانکہ من بندۂ گنہگارم

نوشتہ بماند بخط سیاہ   نویسندہ را باد حفظ الٰہ

نوشتہ بماند بخط غریب   نصر من اللہ فتح قریب

بیادگار نوشتم من این کتابت را   دگر نہ این خط من لایق کتاب نبود

یلوح الخط فی القرطاس دہراً   وکاتبہ رمیم فی التراب

۸۔ تحفتہ الکرام۔ ۱۱۸۹ھ کی کتابت ہے۔ مصنف قانع ٹھٹوی ہیں۔ مشہور تذکرہ ہے۔

کاتب کا نام غائب ہے اور خود مصنف کا اختتامیہ نقل کر دیا گیا ہے۔

قانع این راہ دوربود را نہ ۔ می کند طی بنام عجز و نیاز

ہر کہ گرد د دلیل مقصد او ۔ باد در دامنش نیاید از

۹۔ دیوان عبدالقادر گیلانی۔ ۱۱۴۳ھ میں خط نستعلیق میں کتابت ہوئی ہے کاتب کا نام عبدالہادی ہے۔ صرف ایک شعر پر اکتفا ہے:۔

ہر کہ خواند دعا طمع دارم ۔ زانکہ من بندۂ گنہگارم

۱۰۔ مثنوی معنوی۔ خط نستعلیق میں ۱۱۹۷ھ جلوس ۲۴ سنبت ۱۸۳۹ء چہارم محرم کی کتابت ہے۔ اس نسخہ کے مالک خوب چند میوہ لال اور ۲۷ شعبان ۱۲۲۵ ہجری کو حسین بخش نامی کی مہر ہے کاتب غائب، خاتمہ یوں ہے:۔

طمع دارم کہ گر ناگہ شکر فی ۔ بخواند زین محب نامہ حرفی

ز رائی فکر گر بیند خطائی ۔ نیاید بر سر من ماجرائی

۱۱۔ تذکرہ الاولیا۔ فرید الدین عطار کی تصنیف دارا شکوہ کے عہد کی ہے۔ ۱۲۰۰ ہجری میں لکھی گئی ہے۔ کاتب کا نام محمد حسین ہے خط نستعلیق میں ہے اور تتمہ کا شعر یہ ہے۔

گر کسی خواند دعا از جان کند ۔ خیر عقبیٰ سالمًا ایمان کند

۱۲۔ دلائل الخیرات۔ ابو عبداللہ محمد بن سلیمان کی تصنیف ہے۔ نسخہ بغیر کاتب کے نام کا مطلا ہے حاشیہ مذہب ہے اور نسخہ نایاب ہے۔ خاتمہ عربی کے شعر پر ہے:۔

یلوح الخط فی القرطاس دہراً ۔ وکاتبہ رمیم فی التراب

۱۳۔ حملہ حیدری۔ خطاطی کا نایاب نمونہ ہے۔ ۱۲۰۴ھ ہجری میں کشمیر میں احمد علی نامی شخص نے کتابت کی ہے پہلے نثر میں اور پھر نظم میں خاتمہ کیا ہے۔

امیدا ز ناظرین و بینندگان آنکہ در ہر جائی غلطی شاید در نظر بند آنرا از منقول عنہ تصور نمایند باصلاح و تصحیح آن کوشند و کاتب بیچارہ را بدعائی

مغفرت یاد فرما باشند"

من نوشتم صرف کردم روزگار   من نمانم این بماند یادگار

ایران میں اسکندر نامۂ نظامی کے تیرہویں ہجری کے خطی نسخہ میں یہ شعر موجود ہے۔

۱۴۔ خیالات خسروی۔ امیر خسرو کے نام سے غلط طور پر منسوب ہے۔ ہندوستان میں اس کے کئی نسخے ہیں۔ زیر نظر نسخہ ۱۲۳۵ ہجری کا ہے۔ اور نستعلیق خط میں ابراہیم کاتب کی لکھی ہوئی کتاب ہے۔ آخر میں کئی اشعار ہیں:

یادگاری گر آدمی راہست   سخن است دو گر ہمہ باد است

گر بجا گوھری برائی سخن   از فرد و آوری بجائی سخن

ہر کہ خواند دعا طمع دارم   زانکہ من بندۂ گنہگار م

نوشتہ بماند سیہ بر سفید   نویسندہ راہست فردا امید

۱۵۔ یوسف زلیخائی جامی۔ اس مشہور مثنوی کے کاتب محمد حسین ہیں اور ارکاٹ میں اس نسخہ کی کتابت ہوئی ہے۔ مگر سن کتابت معلوم نہ ہو سکا۔ اختتامی اشعار ذیل کے ہیں:۔

خدا اور اوہد عالی مراتب   کہ خواند فاتحہ در حق کاتب

غریق رحمت یزدان کسی باد   کہ کاتب را بہ الحمد کند یاد

تہران یونیورسٹی میں شریف جرجانی کی شرح مفتاح العلوم ۵۵۴ ہجری میں لکھے گئے نسخہ میں یہ اشعار پہلی بار استعمال ہوئے ہیں اور اس کے کاتب ابی الحمد محمد بن عثمان بن مسعود ہیں۔

۱۶۔ فتوح الحرمین۔ جامی کی مشہور و معروف تصنیف کا عمدہ مصور اور منقش نسخہ ہے ۱۲۵۵ھ کی کتابت خط نستعلیق میں ہے۔ آخر میں عباس علی کاتب نے قطعہ مبارک کا خاکہ بھی پیش کیا ہے۔ تتمہ اس شعر پر ہے:۔

قاریا بر من مکن خشم و عتاب   من نوشتم آنچہ دیدم در کتاب

ایران میں دسویں ہجری کے وسط میں اور تیرھویں ہجری کی ابتدا میں متعدد نسخوں میں یہ شعر موجود ہے۔

۱۷۔ سفینۃ الاولیا۔ دارا شکوہ کی تصنیف کے کاتب سید عبداللہ حسینی گلشن آبادی نے خط نستعلیق میں ۱۲۷۲ ہجری میں کتابت کی اور نثر میں اختتامیہ کی عبارت اس انداز میں لکھی ہے۔

این اوراق نو خاکپائی خلق اللہ فقیر حقیر سید عبداللہ حسینی گلشن آبادی در معمورہ ---- نوشتہ بتاریخ چہارم ماہ محرم الحرام ۱۲۷۲ ہجری مقدسہ نقل برداشتہ کتاب ناقص را باتمام رسانید یا مجیب روح مصنف و مولف و کاتب و ناقل مطالعہ کنندہ را بہ بخش وامرز کار خود ساز۔"

۱۸۔ مونس الارواح۔ جہاں آرا کی تصنیف اور خود اس کا ذاتی نسخہ ہے۔ مطلا، حاشیہ اور نستعلیق میں ہے علامہ شبلی نے ۵ جولائی ۱۹۰۸ء کو اس نسخہ کو خریدا تھا۔ اختتامیہ نثر میں ہے۔

تمت کتاب مستطاب مونس الارواح تصنیف نواب قدسی القاب ملک احتجاب ولایت مآب شاہزادہ جہان تیان بادشاہزادہ عالم دعا لمیان مدالله تعالیٰ ظلہما الی یوم لیما فی سنہ یک ہزار و شصت و ہشت ہجری موافق سنہ سی دیک جلوس میمنت مانوس خادم فقرا محمد عاقل حسینی۔

معین الدین ما فانیست در حق ازان باقی شدہ در ذات مطلق " (جہان آرا)

۱۹۔ انیس الارواح۔ حسن ہجری دہلوی کی تصنیف ہے۔ غلام محی الدین حسین کاتب نے نستعلیق میں صرف اس پر ختم کیا ہے۔"

کار من نظام شد تمت تمام شد

۲۰۔ وحدۃ الوجود۔ نامعلوم مصنف کا رسالہ ہے۔ مرزا سلطان علی حیدرآبادی نے نستعلیق میں ۱۲۰۹ ہجری میں کتابت کی ہے۔

الہی بیامرز این بندہ را مولف و قاری نویسندہ را

ہرکہ خواند دعا طمع دارم   زانکہ من بندۂ گنہگارم

ایسا ن میں گیارھویں ہجری میں مثنوی معنوی کے قلمی نسخہ میں یہ شعر موجود ہے۔

۲۱۔ مفاتیح الحروف ۔ محمد حسین بن علوی مصنف، کاتب ضیاء الدین حسین، خط نستعلیق ۱۲۸۲ھ اور خاتمہ اس شعر پر ہے:

الٰہی بیامرز این ہرسہ را   مولف وقاری نویسندہ را

۲۲۔ چشمہ فیض ۔ بنام تنبیہ الغافلین ۱۲۸۸ھ کی کتابت محمد علی حنفی قادری کاتب ہیں۔ اختتامیہ عربی کا شعر تھوڑی تبدیلی کے ساتھ

صرفت العمر فی القرطاس دہراً   وکاتبہ رہیم فی التراب

۲۳۔ منطق الطیر عطار کی تصنیف ہے قدیم نسخہ نستعلیق میں ہے کاتب نامعلوم ہیں اور خاتمہ یوں ہے :-

خدایا بیامرز این ہرسہ را   نویسندہ و خوانندہ و گویندہ را
قاریا برمن مکن قہر و عتاب   گر خطائی رفتہ باشد در کتاب
آن خطائی رفتہ را تصحیح کن   از کرم واللہ اعلم بالصواب
گفت عطار از ہمہ مردان سخن   گر نتہ ہم مردی بخیرش یاد کن

۲۴۔ راگ درپن۔ سن کتابت اور کاتب کا نام غایب ہے۔ شیخ فقیر اللہ رقم ہے اور مولانا آزاد نے غبار خاطر میں ذکر کیا ہے۔ پہلے نثر میں اور پھر شعر پر خاتمہ کیا ہے۔

"امید از مطالعہ کنندگان دارم کہ در حیات و ممات بعد از آنکہ محظوظ و مسرور اند مطالعہ این رسالہ شوند"

بفاتحہ یاد آورفرمایند :-

یک سخن نیست کہ خاموشی ازان بہتر نیست   نیست علمی کہ فراموشی ازان بہتر نیست

۲۵۔ مناظر الانشا۔ محمود گاوان کی تصنیف نواب سعادت علی خاں کا نسخہ ہے۔ کاتب سید

حیدر علی رضوی اور خاتمہ ان اشعار پر ہے :-

ہر کہ خواند دعا طمع دارم   زانکہ من بندۂ گنہگارم

نوشتہ بماند سیہ بر سفید   نویسندہ را نیست فردا امید

یارب لاتخزنی فی یوم الحساب بہ   یا قاری الخط قل باللہ

ہاتھ سے لکھے جانے کا یہ سلسلہ بیسویں صدی میں بھی رہا ہے کیوں کہ کتابیں سستی ہونے کے باوجود کمیاب ہوتی تھیں۔ نسخے کم ہوتے تھے۔ اور ہر جگہ وہ پہنچ بھی نہیں پاتی تھیں چنانچہ مطبوعہ کتب کی نقل کا ایک نمونہ اور کاتب کا اعتذار بھی قابل معافی اور ستایش ہے۔ ذیل کی تمام کتابیں، کاتب کا نام، مقصد اور دعائیہ اشعار بھی قابل ذکر ہیں :-

سفر نامہ حکیم خسرو، گلستان شیخ سعدی، ناول انشیکار، ہدیہ ناظر، صبح تجلی محسن کاکوروی

این نامہ کہ یکی از طالب علم کالج علی گڑھ تصنیف فرمودہ نامش خوشی محمد

است و این کالج از بزرگترین کالجہائی ہندوستان است تحتی ار اشعار

این نامہ از پدرم شنیدم ہر نقطہ اش دانہ گردید و حرفش دام گردید دلم

را صید گردانید ہمیں سبب است کہ بہ غرہ رمضان شبدیز خامہ عنان از دستم

ربود و گام بر صفحۂ کاغذ نہاد و بہ دوم رمضان بہ منزل رسید :-

شکر کہ جہازہ بمنزل رسید   زورق مقصود بہ ساحل رسید

التجا دارم کہ اگر جائی سہو از کاتب یابند عفو فرمایند نہ کہ انگشت نما سازند

"کہ ہیچ نفس بشر خالی از خطا نبود"

نوٹ :- زیر نظر مضمون کی تیاری میں ذیل کے اداروں کی کتابیں استعمال کی گئیں۔

۱۔ ذاکر حسین لائبریری جامعہ ملیہ اسلامیہ

۲۔ شبلی اکاڈمی دار المصنفین اعظم گڈھ۔

۳۔ کتب خانہ قاضی اطہر مبارکپوری۔ اعظم گڈھ۔

۴۔ ہفتہ وار ویوم "شہزاں"، شمارہ نمبر ۱۳۹۔